اسرائیلیات سے متعلق علامہ آلوسیؒ کا موقف: تفسیر روح المعانی کے حوالے سے ایک جائزہ

Allama Aalosi's Viewpoint regarding Israelites in his Tafseer "Roohul M'aani"

احسان اللہ[i]　ڈاکٹر جانس خان[ii]　ڈاکٹر نجم الحسن[iii]

Abstract

Israelites are the traditions or narrations of Ahl-e-Kitab, mentioned in our tafaseers have been derived from the Jewish and Christians sources. The commentators (Mufassirin) of earlier time used to mention all kinds of such traditions in their commentaries regardless of their authenticity, hence the Israelites were considered a part of tafseer. As some companions of the Holy Prophet (S.A.W) and some followers of the Sahaba Tabieen were either Jews or Christians before they embraced Islam, so after their confession, they used to explain the verses of the Holy Quran in light of their previous knowledge they had. This paved the path to Israelites versions to be narrated during the explanation of the Holy Quran. Among the commentators of the Holy Quran, some have critically evaluated and brought before the actual status of Israelites. The subject commentator, Allama Aalosi, being a renowned scholar has also discussed the Israelites in detail. His collection known as Tafseer Roohul maani is a master piece in the field of Tafseer, where he has touched and mentioned every sort of knowledge.In the article under reference, the viewpoint of Allama Aalosi regarding the Israelites has been provided in light of his tafseer Roohul Maani. The methodology adopted therin is inductive and descriptive. The definition of Israelites, the reason of its occurrence, the opinions of Islamic scholars and the examples of Israelites have been provided in this paper. Similarly, the viewpoint of Allama Aalosi has been mentioned in detail which shall be a favorable addition to the research.

Key Words: Allama Aalusi's viewpoint, Israelites, Tafseer Rooh ul M'aani

---

i　پی ایچ۔ڈی سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

ii　اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

iii　اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ

تعارف

اسرائیلیات سے مراد وہ یہودی اور نصرانی روایات ہیں جو قرآن کی تفسیر میں ان سے نقل کی گئی ہیں۔ بعض صحابہ اور تابعین کا اسلام سے پہلے یہودی و نصرانی ہونا اور یا یہودی و نصرانی علماء سے استفسارات کرنا، اسرائیلیات کا قرآنی تفسیر میں جگہ پانے کی وجہ بنی۔ بعض مفسرین ان روایات کو مِن وعَن اپنی تفاسیر میں نقل کرتے تھے جب کہ بعض ان میں تحقیق کر کے ان کی اسنادی حیثیت معلوم کر کے ذکر کرتے ہیں۔

امام آلوسی نے بھی روح المعانی کے نام سے ایک تفسیر لکھی ہے۔ اس تفسیر میں آپ نے بھی اسرائیلی روایات کو نقل کیا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ امام آلوسی کا اسرائیلیات سے متعلق کیا موقف ہے؟ اور اس تفسیر میں اسرائیلیات کے ساتھ آپ نے کیا طریقہ کار اختیار کیا ہے؟ یہی باتیں اس آرٹیکل میں تحقیقی انداز میں پیش کی گئی ہیں جو درج ذیل عنوانات کے تحت پیش خدمت ہے:

1. اسرائیلیات، تعارف، اقسام، حکم اور تفسیر میں ان کا تداخل
2. علامہ آلوسی اور آپ کی تفسیر روح المعانی کا تعارف
3. اسرائیلیات کے متعلق علامہ آلوسی کا موقف
4. خلاصہ بحث

اِسرائیلیات کا تعارف

لغت میں بنی اِسرائیلی روایت کو اِسرائیلیات کہا جاتا ہے۔ یہ ''اِسرائیلیہ'' کی جمع ہے، اور اس کی نسبت بنی اِسرائیل کو کی جاتی ہے۔ مختار الصحاح میں ہے کہ اِسرائیل اسم ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''اِیل'' کی طرف مضاف ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ جبرین اور اسماعین کی طرح اِسرائین (نون کے ساتھ) بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ''اِسرا'' کا معنی بندہ جب کہ ''اِیل'' کا معنی اللہ ہے، تو اِسرائیل کا معنی اللہ کا بندہ ہے۔ سریانی زبان میں اس کا اطلاق اللہ کے نیک اور برگزیدہ بندے پر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی لفظ اِسرائیل وارد ہے تو اس سے مراد اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نبی سیدنا یعقوب علیہ السلام ہیں[1]۔

تفسیر قرطبیؒ میں سہیلی کے حوالے سے منقول ہے کہ اِسرائیل عبرانی لفظ ہے اور انہیں اس نام سے موسوم کرنے کا سبب رات کو اپنی بیوی سمیت ہجرت کرنا ہے۔

اسی طرح مفسر قرطبیؒ نے مہدوی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اسراء کا معنی مضبوطی ہے، تو اِسرائیل سے مراد وہ شخص ہے جسے اللہ نے قوت و مضبوطی عطا فرمائی ہو[2]۔ لفظ اِسرائیل قرآن کریم کی سترہ سورتوں میں چونتیس بار مکرر نازل ہوئی ہے۔

اسرائیلیات کی اصطلاحی تعریف کے حوالے سے محمد حسین ذہبی لکھتے ہیں:

"اسرائیلیات سے مراد وہ یہودی اور نصرانی ثقافت ہے جس نے تفسیر قرآن کو متاثر کیا۔ اس کو اسرائیلیات کا نام تغلیباً دیا گیا ہے کیونکہ یہودیت کو زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور یہود سے بکثرت روایات نقل ہو کر مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہود کی تعداد زیادہ تھی اور وہ قوت اور اقتدار سے بہرہ ور تھے۔ مزید برآں آغاز اسلام سے لے کر وہ اس وقت تک مسلمانوں کے ساتھ گھلے ملے رہے[3]۔"

علامہ رمزی نعناعہ نے اسرائیلیات کی تعریف یوں کی ہے:

"اصل میں یہ ایک یہودی کلمہ ہے جو ہر اس امر کو شامل ہے جو یہودیت یا دیگر ادیان سے دین اسلام میں شامل ہوئی، اسے اسرائیلیات اس لئے کہا جاتا ہے کہ دین اسلام میں یہودیت یا دوسرے ادیان سے شامل ہونے والی امور کا طریق (راستہ) یہی اسرائیل ہیں[4]۔"

بعض اہل علم نے اس اصطلاح کے استعمال میں توسیع کی ہے اور اسے ہر اس امر کو شامل کیا ہے جو یہود نے حدیث نبوی یا قرآن کریم کی تفسیر میں ملاوٹ کی ہے مثلاً قصہ غرانیق اور قصہ زواج زینب بنت جحشؓ[5] وغیرہ۔

اسرائیلیات کی اقسام

اسرائیلیات کی تین بڑی اقسام ہیں۔

(1) باعتبار صحت　(2) باعتبار موافقت للشرع　(3) باعتبار موضوع خبر[6]

(1) باعتبار صحت اسرائیلیات کی دو قسمیں ہیں:

(i) صحیح اسرائیلیات صحیح بخاری میں عطاء بن یسار کی روایت ہے وہ کہتے ہیں:

"میری سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان سے کہا: مجھے رسول اللہ کے وہ صفات بتائیں جو توراۃ میں مذکور ہیں، انہوں نے کہا: اچھا، اللہ کی قسم! توراۃ میں آپ کے ان بعض صفات کا تذکرہ ہے جو قرآن کریم میں ہیں، وہ یہ ہیں: اے نبی! ہم نے آپ کو بھیجا، درآنحالیکہ آپ شاہد اور مبشر اور نذیر ہیں اور امیین کی پناہ گاہ ہیں۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل رکھا ہے۔ آپ سخت مزاج اور درشت خو نہیں اور نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا جواب برائی سے دیتے ہیں لیکن معاف کرتے ہیں اور بخش دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح قبض نہیں کرے گا جب تک آپ کی سبب سے ٹیڑھی قوم سیدھی نہ کر دے اور وہ لاالہ الا اللہ نہ کہیں اور آپ کی سبب سے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور پردہ پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

اس روایت پر عطاء بن یسار یہ اضافہ کرتے ہیں: پھر میری ملاقات کعب الاحبارؓ سے ہوئی اور میں نے ان سے بھی رسول اللہ کی توراۃ میں مذکورہ صفات کے بارے میں پوچھاتوانہوں نے بھی بتایا۔اور دونوں کے بات میں ایک حرف کا اختلاف بھی نہیں تھا[7]۔"

(ii) ضعیف اِسرائیلیات ابن عاشور نے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے سورۃ ق کی تفسیر میں روایت نقل کی ہے کہ "ق" سے مراد عظیم پہاڑ ہے اور یہ پہاڑ اتنی بڑی ہے کہ پوری دنیا کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔اس کلام کے باطل ہونے میں کوئی تردد اور شک نہیں ۔ابن عاشور نے بھی اسے جھوٹے قصہ گو کا واقعہ قرار دیا ہے[8]۔

(2) باعتبار موافقت للشرع اِسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

(i) پہلی قسم وہ اِسرائیلیات ہیں جو شریعت کے موافق ہیں اور جن کی تصدیق خارجی دلائل سے ہو سکتی ہے مثلاً فرعون کا غرق ہونا وغیرہ۔ایسی اِسرائیلیات معتبر ہیں کیونکہ قرآن کریم واحادیث نبویہ نے ان کی تصدیق کی ہے۔اسی وجہ سے رسول اللہ نے فرمایا ہے:

"حدثوا عن بنی إسرائیل ولا حرج[9]."

(ii) دوسری قسم وہ اِسرائیلیات ہیں جو شریعت کے مخالف ہیں اور جن کی تکذیب خارجی دلائل سے ہو سکتی ہے، مثلاً وہ اِسرائیلی روایت جس میں منقول ہے کہ معاذ اللہ! سیدنا سلیمان علیہ السلام اخیر عمر میں بت پرستی میں مبتلا ہوئے تھے یا سیدنا ہارون علیہ السلام نے بنی اِسرائیل کی پوجا کے لئے بچھڑا بنایا تھا۔اس قسم کی روایات باطل ہیں کیونکہ قرآن کریم صراحۃً اس کی تردید کرتی ہے۔اس جیسے مضامین کے حامل اِسرائیلیات کے متعلق رسول اللہ کا فرمان ہے:

"لا تسألوا أهل الكتاب عن شئ[10]."

(iii) تیسری قسم وہ اِسرائیلیات ہیں جن کی شریعت سے موافقت یا مخالفت معلوم نہیں، نہ ہی خارجی دلائل سے ان کی تصدیق یا تکذیب کی جاسکتی ہے مثلاً تورات کے احکام وغیرہ۔ایسی روایات کے بارے میں ارشاد نبوی ہے:

"لا تصدقوا أهل الكتاب ولا تكذبوهم[11]."

روایات کی تطبیق: حافظ ابن حجر روایات میں تطبیق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاں پر بنی اِسرائیل سے روایت کرنا نقل ہے اس سے مراد بنی اِسرائیل کے وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام لانے کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور جہاں پر منع ہونے اور روایات نہ لینے کا کہا گیا ہے اس سے مراد غیر مسلم بنی اِسرائیل ہیں۔

حافظ ابن حجر ابن بطال کے حوالے سے مزید لکھتے ہیں: نہی سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق قرآن وحدیث میں نص وارد نہ ہوا ہو یعنی منصوصی امور میں اسرائیلیات قابل قبول نہیں۔اور ایسی روایات جن کا ہماری شریعت تصدیق کرتی ہے، نہی کے زمرہ میں شامل نہیں[12]۔

محمد حسین ذہبی فرماتے ہیں:

"بنی اسرائیل سے بیان کرنے کی اجازت واقعات اور عبرت ونصیحت پر مشتمل حکایات کے لئے ہے،اور جن کے بارے میں معلوم بھی ہو کہ وہ سچ ہیں تو ان کو بیان کیا جاسکتا ہے۔دوسری روایت سے مراد یہ ہے کہ ان کو بیان کرنے میں احتیاط سے کام لیا جائے تاکہ سچ اور جھوٹ میں اختلاط نہ ہو جائے[13]۔"

(2) باعتبارِ موضوعِ خبر اسرائیلیات کی تین قسمیں ہیں:

(i) عقائد: اس کی مثال صحیح بخاری کی روایت ہے جس میں منقول ہے کہ یہود کا ایک عالم رسول اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ ! ہمیں معلوم ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمینوں کو ایک انگلی جب کہ آسمانوں کو دوسری انگلی پر اٹھار کھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔(طویل حدیث ہے) رسول اللہ نے ان کی تصدیق کی[14]۔

(ii) احکام: اس کی مثال وہ روایت ہے جس میں دو یہودیوں کی زنا کا واقعہ مذکور ہے،ایک یہودی نے آیت الرجم پر ہاتھ رکھا تھا،جب ہاتھ اٹھایا تو آیت الرجم تھا جس میں زانی کے رجم کرنے کا حکم تھا۔

(iii) مواعظ، سیر اور تاریخ: ان کا تعلق تاریخ سے ہے مثلا سیدنا نوح علیہ السلام کے کشتی،سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور سیدنا سلیمان علیہ السلام اور چیونٹی کے متعلق وارد اسرائیلیات۔

اسرائیلیات کے ظہور کا سبب

اسرائیلیات کے ظہور کے متعدد اسباب ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

یہودی علماء کا مشرف بہ اسلام ہونا: اسرائیلیات کا سب سے بڑا مأخذ یہی ہے۔سیدنا عبد اللہ بن سلام، وہب بن منبہ اور سیدنا کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان جیسے دوسرے یہودی علماء زیور اسلام سے آراستہ ہوئے اور ان کی سبب اسرائیلیات کو دین اسلام میں شامل ہونے کی راہ ملی۔

یہود کے بعض اقوام کا جزیرہ عرب میں رہنا: ظاہری بات ہے کہ سفر وحضر اور غمی وخوشی کے مواقع پر ان کا مسلمانوں کے ساتھ میل جول ہوتا تھا،اسی طرح دینی ودنیوی امور میں بھی شرکت تھی جس کی وجہ سے ان کے اخبار دین اسلام میں شامل ہوئے۔

مسلمانوں کا یہود کے علاقہ میں ہجرت کرنا: بعض مسلمان ایسے تھے جنہوں نے دین اسلام کی تبلیغ، تجارت، فتوحات اور غزوات کے سلسلے میں یہود کے علاقہ کو ہجرت کی تھی اور پھر وہیں کے ہو گئے۔

اسرائیلیات کے بارے میں رسول اللہ کا موقف: جیسے کہ پہلے گزر چکا ہے کہ ایسی اسرائیلیات جو دین اسلام سے متصادم نہ ہوں، نیز خارجی دلائل اور قرائن سے جن کی تصدیق ہو سکتی ہو، دین اسلام میں اس کی گنجائش ہے۔

نئے قصوں کی تشویق: انسان کی فطرت میں شامل ہے کہ وہ عجیب اور نت نئے کہانیوں کو شوق سے سنتا ہے، چونکہ اسرائیلیات میں بھی اس قسم کی بہت سی کہانیاں پائی جاتی تھیں لہذا اسی وجہ سے مسلمانوں بھی ایسے قصوں کو سننے کے لئے بے تاب ہوتے تھے اور یوں اسرائیلیات کو تقویت ملی۔ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں: عرب نہ تو اہل کتاب تھے اور نہ ہی اہل علم، بلکہ گنوار اور ان پڑھ تھے، اور وہ بھی کائنات اور اس سے متعلق دیگر امور کی واقفیت چاہتے تھے، جیسا کہ نفس انسانی کا تقاضا ہے، لہذا وہ ان کے متعلق اہل کتاب سے پوچھا کرتے تھے[15]۔

اسرائیلیات کے متعلق شاہ ولی اللہ کی رائے

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"تفسیر میں اسرائیلی روایات شامل کرنا ایک سازش ہے کیونکہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ اہل کتاب کی نہ تو تصدیق کی جائے اور نہ تکذیب۔ لہذا اس قاعدہ کی بنیاد پر دو باتیں ضروری ہیں:

(1) جہاں کسی واقعے کے متعلق تفصیلات قرآن کریم میں موجود ہو تو تفسیر میں اسرائیلی روایات کو نقل نہیں کرنا چاہئے۔

(2) اگر قرآن کریم میں واقعہ مذکور نہ ہو بلکہ اس کی طرف اشارہ ہو تو اس کی تفصیل اسرائیلی روایات سے بقدر ضرورت بیان کرنی چاہیئے[16]۔"

اسرائیلیات کے متعلق مفسرین کا موقف

اسرائیلیات کے متعلق مفسرین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے، اور وہ درج ذیل گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں:

(1) بعض مفسرین نے اپنی تفاسیر میں اسرائیلی روایات اسانید سمیت بکثرت نقل کئے ہیں۔ ان کا خیال یہ ہے کہ جب ہم نے سند بیان کر دی تو ہماری ذمہ داری ختم ہو گئی، اب روایات کی صحت یا ضعف کو معلوم کرنا قاری کی ذمہ داری ہے۔ امام ابن جریر طبریؒ نے اپنی تفسیر میں یہی اصول اپنایا ہے۔

(2)　کچھ مفسرین ایسے ہیں جنہوں نے اپنی تفاسیر میں بہت سے اِسرائیلی روایات نقل کئے ہیں لیکن ان روایات کے اسناد کو ذکر نہیں کیاہے مثلاامام بغویؒ اور امام سیوطیؒ کی تفاسیر۔

(3)　بعض مفسرین نے اِسرائیلیات بھی بکثرت نقل کئے ہیں لیکن ان میں سے بعض پر حکم بھی لگایاہے اور ان کے ضعیف یا منکر ہونے کی نشاندہی کی ہے۔یہی انداز حافظ ابن کثیر کا ہے۔

(4)　چند مفسرین نے اِسرائیلیات کی تردید میں بڑی شدت سے کام لیاہے اور اپنی تفسیر میں کسی بھی اِسرائیلی روایت کو نقل نہیں کیاہے۔علامہ رشید رضا کی تفسیر اس کی بہترین مثال ہے۔

امام آلوسیؒ اور تفسیر روح المعانی کا تعارف

شہاب الدین محمود بن عبداللہ حسینی، آلوسی رحمہ اللہ بغداد کے ایک علمی خاندان میں 1217ھ کو شعبان کے مہینہ میں بروز جمعہ پیدا ہوئے[17]۔والدِ محترم بغداد کے کبار علماء میں سے تھے۔اس لئے آپ کے گھر پر ہمیشہ طلباء کا ایک جم غفیر علم کے پیاس بجھانے کے لئے حاضر رہتا تھا۔اسی علمی ماحول میں آپ نے پرورش پائی۔شریف النسبین تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور ماں کی جانب سے سیدنا حسن رضی اللہ عنہما کو پہنچتا ہے۔آپ نے اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ابھی آپ کی عمر تیرہ سال تھی کہ آپ تدریس وتالیف میں مشغول ہوئے۔حافظہ میں اپنی مثال آپ تھے۔چودہ سال تک پہنچنے سے پہلے آپ نے فقہ، نحو، عقیدہ اور فرائض کے متون زبانی یاد فرمائے تھے۔اپنے آباؤاجداد کی طرح شافعی المسلک تھے مگر بیشتر مسائل میں امام ابو حنیفہؒ کی پیروی کرتے تھے۔اخیر عمر میں اجتہاد کی طرف مائل ہوئے تھے[18]۔

آپ کی تصنیف وتالیف کی تعداد 21 ہے، جن میں سے زیادہ شہرت آپ کی تفسیر ''روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی'' کو ملی۔آپ نے چونتیس برس کی عمر میں اس تفسیر کا آغاز 16 شعبان 1252ھ کو بوقت شب کیا اور اس کی تحریر سے منگل کی رات 04 ربیع الآخر 1267ھ کو فارغ ہوئے[19]۔

تفسیر'' روح المعانی ''تفسیر بالماثور کا ایک عمدہ نمونہ، سلف وخلف کا خلاصہ و نچوڑ ہے۔آپ سورۃ کے مختلف جملوں اور آیات کا باہمی تعلق مناسبات اور شان نزول کا تذکرہ کرتے ہیں۔بسااوقات مفردات بھی حل کرتے ہیں اور اس ضمن میں کلام عرب سے استشہاد بھی پیش کرتے ہیں۔علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر کو قرآنی انسائیکلوپیڈیا بنا دیا ہے، چنانچہ صرف، نحو ، قراءات، اعراب، لغت، فقہ، بلاغت، عقائد وکلام، تصوف، علوم طبعیہ کے متعلقہ مسائل اور فرق باطلہ کی تردید آپ کی تفسیر میں پائے جاتے ہیں۔

یہ تفسیر ماقبل تفاسیر کا مخزن اور مابعد تفاسیر کے لئے ماخذ ہے۔ اُردو تفاسیر میں تقریباً تمام مفسرین نے اُن سے اخذ کیا ہے جب کہ عربی زبان کے تفاسیر میں سے تفسیر المنار، تفسیر المراغی، التفسیر القرآنی للقرآن، التحریر والتنویر، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، تفسیر الوسیط، الصحیح المسبور من التفسیر بالماثور اور تفسیر المنیر وغیرہ میں اُن کے اقوال بکثرت پائے جاتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ علم تفسیر کے عظیم ستون تھے۔ آپ کے معاصرین اور بعد میں آنے والے علماء نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف اور آپ کے تفسیر کی ستائش و تحسین کی ہے۔ مثلاً محمد بن محمد سویلم، ابو شہبۃ لکھتے ہیں:

"تفسیر روح المعانی ایک جامع، مکمل اور بہترین تفسیر ہے۔ اس میں پیچیدہ عبارات کو حل کیا گیا ہے اور یہ ایک بیش قیمت و معلوماتی تفسیر ہے[20]۔"

اِسرائیلیات کے بارے میں امام آلوسیؒ کا موقف

روح المعانی ایک تفسیر ہے اور تفسیر میں نقل کا عمل دخل زیادہ ہے اسی لئے مفسرین کو تفسیر کے حوالے سے جو بھی روایت ملتی ہے، اُس کو بلا چوں وچرا اس قبول کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اہل کتاب کے نو مسلم لوگوں کے قصے بھی تفسیر میں شامل کئے گئے۔ نتیجتاً تفسیر میں ہر قسم کے رطب ویابس (ضعیف، باطل، موضوعی اور اِسرائیلی روایات) کو جگہ مل گئی۔ لیکن جہاں تک تفسیر روح المعانی کی بات ہے تو یہی تفسیر اِسرائیلیات سے بالکل عاری تو نہیں البتہ اس میں اِسرائیلیات کا تذکرہ بہت کم ہے۔ نیز امام آلوسیؒ ایسے واقعات پر نقد و جرح بھی کرتے ہیں۔ ان کی رائے ہے کہ اِسرائیلیات اہل کتاب کے زنادقہ کی وضع کردہ ہیں نیز وہ ان مفسرین پر تعجب کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے اپنی کتب تفسیر میں بلا نقد و جرح بکثرت اِسرائیلیات نقل کئے ہیں۔

شیخ محمد ابو شہبۃ نے اِسرائیلیات کے متعلق امام آلوسیؒ کا موقف یوں بیان کیا ہے:

" امام آلوسیؒ اِسرائیلیات اور اخبار مکذوبہ پر شدید رد کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ ان کی تفسیر اِسرائیلیات سے پاک ہے، ہاں کہیں کہیں صحیح اِسرائیلی روایات کی دین اسلام میں اصلیت ثابت کرنے اور ضعیف روایات کے اختراق سے لوگوں کو خبر دار کرنے، اس کے بطلان کی وضاحت اور اہل علم کو ایسی روایات کی تصدیق سے منع کرنے کے لئے اِسرائیلی روایات پیش کرتے ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ حافظ ابن کثیر کے بعد امام آلوسیؒ ہی واحد مفسر معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے اِسرائیلیات کے ساتھ محاربہ کیا ہے[21]۔"

ڈاکٹر رمزی نعناعہ لکھتے ہیں:

"امام آلوسیؒ نے اصحاب الاسرائیلیات کو "ارباب الاخبار" کے نام سے موسوم کیا ہے نیز آپ ارباب الاخبار کی روایات کی توثیق نہیں کرتے بلکہ ان کی قبولیت سے انکار کرتے ہیں اور خواہش ظاہر کرتے ہیں کہ کاش اسلامی دواوین میں اس قسم کے

روایات نہ پائے جاتے، جن کی عقل تصدیق نہیں کرتی اور وہ برے خواب کے مانند ہیں[22]۔"

ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کا قول ہے:

"تفسیر روح المعانی کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ امام آلوسیؒ اسرائیلیات اور جھوٹے واقعات کو شدید مقدو جرح کا نشانہ بناتے ہیں، بعض اوقات اس کا مزاق بھی اڑاتے ہیں حالانکہ دیگر مفسرین نے اس کو صحیح قرار دے کر اپنی تفاسیر کو ان سے بھر دیا ہے[23]۔"

صاحبِ ''علم التفسیر کیف نشاو تطور'' تفسیر روح المعانی کے متعلق لکھتے ہیں:

"علامہ آلوسیؒ نے اس تفسیر میں ما قبل تفاسیر سے استفادہ کیا ہے۔ مفسرین کے تمام اقوال کو نقل کر کے اُن کا مقارنہ کرتے ہیں اور اُن میں سے ایک قول کو ترجیح دیتے ہیں۔ معتزلہ اور شیعہ کے بارے میں اپنی آراء قلمبند کرتے ہیں نیز علم فلکیات اور فلاسفہ کے اقوال بھی نقل کر کے اُن میں سے بعض کو پسند کرتے ہیں۔اس میں نحوی، فقہی اور کلامی مسائل بھی پائے جاتے ہیں۔اور اسرائیلیات واخبار مکذوبہ پر شدید تنقید کیا گیا ہے، گویا کہ یہی تفسیر پہلی تفاسیر کا نچوڑ و خلاصہ ہے[24]۔"

ذیل میں تفسیر روح المعانی میں وارد چند اسرائیلی روایات اور ان کے متعلق امام آلوسیؒ کا موقف ملاحظہ فرمائیں:

- امام آلوسیؒ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيَاطِيْنُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ[25] کی تفسیر میں ہاروت وماروت کے متعلق اسرائیلی روایات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس سلسلے میں بیسیوں اسرائیلی روایات ہیں لیکن سب کے سب غیر صحیح ہیں۔ قاضی عیاض سمیت علماء کرام کے ایک گروہ نے ان روایات کا انکار کیا ہے، اور کہا ہے کہ تاریخ اور تفسیر میں جو کچھ ہاروت وماروت کے واقعے کے متعلق منقول ہے، رسول صلی علیہ وسلم سے اس کی صحت وعدم صحت ثابت نہیں۔ نیز اس (واقعہ) کو قیاس سے بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔امام آلوسیؒ نے تفسیر بحر محیط کے حوالے سے روایت کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔آگے چل کے لکھتے ہیں:

  "بعض محققین نے کہا ہے کہ اس سلسلے میں جو روایت کیا گیا ہے وہ یہود کی حکایات سے ماخوذ ہے اور سراسر باطل ہے[26]۔"

- امام آلوسیؒ دومۃ الجندل کے عورت کا واقعہ اس آیت (وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَة فَلَا تَكْفُرْ[27]) کی تفسیر میں نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

  "یہ اور اس جیسے اور بہت سارے قصے ہیں جو کہ مفسرین نے اس باب میں ذکر کیے ہیں لیکن یہ ایسی کہانیاں ہیں جن پر اہل عقل تکیہ نہیں کرتے ہیں، اور اس دوجندیۃ عورت کی تکذیب اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ عقل کو اس قصہ کے قبول کرنے پر مورد الزام ٹھہرایا جائے کیونکہ یہ رسول اللہ سے ثابت نہیں۔ کاش! کہ اسلامی کتابیں اس طرح کی خرافات

وبکواسیات پر مشتمل نہ ہوتیں جن کی عقل تصدیق نہیں کرتی نیز وہ برے خواب کے مانند ہیں [28]۔"

- بیت اللہ کی تعمیر کے متعلق سورۃ البقرۃ میں امام آلوسیؒ لکھتے ہیں:

"اہل اخبار نے اس گھر کی شکل اور اس کے نئے ویرانے ہونے، اس کے دروازے کس چیز کے تھے، کتنی مرتبہ آدم علیہ السلام نے اس کا حج کیا، ابراہیم علیہ السلام نے اسے کس چیز سے بنایا، اور کس نے ابراہیم علیہ السلام کی کعبہ کی تعمیر میں مدد کی، اور وہ حجر اسود کو کہاں سے لے کر آئے؟ وغیرہ کے متعلق مختلف باتیں کہی ہیں، لیکن یہ امور قرآن میں مذکور نہیں اور نہ ہی صحیح احادیث میں ان کا ذکر ہے، اور اس سلسلے میں بعض روایات میں تناقض بھی ہے، لیکن یہ راویوں کی عادت کے تحت ہوا کہ جو کچھ ان کے علم میں آیا اس کو نقل کر دیا[29]۔"

- امام آلوسیؒ سورۃ البقرۃ کی آیت (اِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ اَنْ يَّأْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُم [30]) کی تفسیر میں تابوت یعنی صندوق کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ارباب الاخبار نے بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہی صندوق ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، جس میں تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات کی تصاویر تھیں، جو شمشاذ کے لکڑی سے بنی تھی اور ایک کریم کے ہاتھ سے دوسرے کریم کو منتقل ہوتی رہی، یہاں تک کہ سیدنا یعقوب علیہ السلام اور پھر ان کے بیٹے کو پہنچی، دیگر تفصیلات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس باب میں میں کسی صحیح مرفوع حدیث کو نہ پاسکا [31]۔"

- اللہ تعالیٰ کے قول (وَلَقَدْ اَخَذَ اللهُ مِيْثَاقَ بَنِى إِسرائِيْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَىْ عَشَرَ نَقِيْباً [32]) کی تفسیر میں امام بغوی کی تفسیر کے حوالے سے عوج بن عنق کی تفصیلات بیان کرتے ہیں کہ عوج بن عنق 3333 گز لمبا تھا، بادلوں کو اکھٹا کرتا اور اس سے پانی پیتا تھا۔ سمندر کی گہرائی سے مچھلی پکڑتا اور اسے سورج کی تپش سے پکاتا اور کھاتا تھا۔ روئے زمین کا پانی اس کی ٹخنوں سے اونچا نہ ہوتا تھا۔ تین ہزار سال عمر پا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔

امام آلوسیؒ واقعہ کا تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لوگوں میں عوج بن عنق کے متعلق عجیب وغریب کہانیاں منقول ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی فتاویٰ میں حافظ ابن کثیر کا قول نقل کیا ہے کہ عوج بن عنق کا واقعہ بکواس اور بے اصل ہے، یہ اہل کتاب کی گھڑی ہوئی کہانی ہے۔ سیدنا نوح علیہ السلام کے دور میں عوج نامی کوئی شخص موجود نہ تھا اور نہ ہی کفار میں سے کوئی شخص مشرف بہ اسلام ہوا۔

حافظ ابن قیم لکھتے ہیں کہ جن باتوں سے کسی حدیث کے موضوع ہونے کا پتہ چلتا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ صحیح شہادتوں سے اس کا باطل ہونا واضح ہو جاتا ہے، مثلاً عوج بن عنق کا واقعہ۔ اس شخص کی جسارت پر تعجب ہے جس نے اللہ

سبحانہ وتعالیٰ پر افتراء کیا اور یہ روایت گھڑ لی[33]۔"

- وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ[34] کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"سیدنا نوح علیہ السلام نے جس لکڑی سے کشتی بنائی تھی، ہم اس کے متعلق بہت سی کہانیاں روایت کرتے ہوئے پاتے ہیں۔اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے بارے میں اور اس جگہ کے بارے میں جہاں یہ بنائی گئی تھی۔ان سب کے بعد کہتے ہیں کہ میری تحقیق اور رائے اس کشتی کے متعلقات کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سواری کے لئے درست نہیں تھی کیونکہ یہ عیوب اور نقصانات سے خالی نہیں تھی۔

بلکہ صرف یہ یقین رکھنا ہی کافی ہے کہ سیدنا نوح علیہ السلام نے کتاب اللہ میں بیان کئے ہوئے کہانی کے مطابق کشتی بنائی۔اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے بارے میں غور وحوض (بحث) نہ کیا جائے اور اسی طرح اس لکڑی کے بارے میں بھی جس سے کشتی بنی ہوئی تھی اور نہ وقت کے بارے میں وغیرہ وغیرہ، کیونکہ اس کے بارے میں نہ قرآن کریم ناطق ہے اور نہ صحیح احادیث نے اس کی وضاحت کی ہے[35]۔"

- اسی طرح سیدنا سلیمان علیہ السلام کے واقعہ میں اس آیت (قَالَتْ نَمْلَة يَاأَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ[36]) کی تفسیر میں مذکورہ چیونٹی کے متعلق بعض قصہ گو افراد کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ بعض قصہ گو نے اس چیونٹی کی جسامت میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہے۔بعض روایات کے مطابق وہ لنگڑی تھی اور اس کا نام طاخیہ یا جرمی تھا۔پھر تفسیر بحر محیط کے حوالے سے تعاقب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس (چیونٹی) کے نام میں اختلاف منقول ہے، کاش میں جان جاتا کہ اس چیونٹی کا یہ نام کس نے رکھا ہے، چیونٹیوں نے یا بنی آدم نے[37]؟"

- سورۃ ص کی اس آیت (وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعاً وَّأَنَابَ[38]) کی تفسیر میں اوریا کے واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" یہی باتیں نبوت کے منصب سے بہت دور ہیں۔بلکہ یہ قصہ گو لوگوں کی ایسی کہانیاں ہیں جو ہر گز صحیح نہیں ہو سکتیں، کیونکہ یہی باتیں انبیاء کرام کی عفت وعصمت کے منافی ہیں۔اس کے بعد امام آلوسیؒ سیدنا علیؓ کے قول کو پیش کرتے ہیں جو فرماتے تھے کہ جو شخص افسانہ گو لوگوں کی طرح سیدنا داؤد علیہ السلام کے متعلق یہ واقعہ بیان کرے گا تو میں اس کو 160 کوڑے ماروں گا اور یہ انبیاء کرام پر بہتان طرازی کا حد ہے[39]۔"

- اسی طرح سورۃ ص ہی میں سیدنا ایوب علیہ السلام کی بیماری کے متعلق اسرائیلی روایات نقل کرتے ہیں:

"سیدنا ایوب علیہ السلام کی علالت شدید تھی یہاں تک کہ آپ کے بدن مبارک میں کیڑے رینگتے تھے، آپ کا گوشت مبارک گرتا تھا، آپ سے بدبو آتی تھی جس کی وجہ سے لوگوں نے آپ سے میل جول بند کیا تھا، آپ کو بنی اِسرائیل کے کوڑے کرکٹ کی جگہ ڈالا گیا تھا[40] اور اٹھارہ سال تک آپ کی بیماری چلتی رہی۔ روایات کا تعاقب کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: آپ نے اپنے آپ کو اس قسم کی باتوں سے بچانا ہے کیونکہ سیدنا ایوب علیہ السلام کی بیماری ہرگز گندگی اور باعث نفرت حد تک نہیں پہنچی تھی[41]۔"

ویسے تو امام آلوسیؒ اِسرائیلیات پر شدید تنقید کرتے ہیں اور ان کی بطلان واضح کرتے ہیں لیکن چونکہ امام آلوسیؒ صوفی تھے، نیز ان کی تفسیر میں بھی تصوف کا رنگ نمایاں ہے، اسی وجہ سے کبھی کبھی اِسرائیلی روایات کی تردید کرتے ہوئے اس کی اشاری تفسیر بیان کرتے ہیں مثلا:

- سورۃ البقرۃ میں ہاروت وماروت کے قصہ کو نقل کرنے کے بعد اس کو اِسرائیلی روایت ثابت کرتے ہیں، خود بھی اس سے انکار کرتے ہیں اور جن جن مفسرین نے اس واقعہ کو باطل قرار دیا ہے، اس کی تفصیلات بھی پیش کرتے ہیں لیکن پھر لکھتے ہیں:

"بطور باب اشارہ "ملکین" سے مراد نظری عقل اور علمی عقل ہے جو کہ عالم قدس سے ہیں اور عورت جو کہ شاید زہرہ کے نام سے ملقب ہے، وہ ایک بولنے والا نفس ہے اور وہ ان کے سامنے آئی تاکہ فرشتے ان کو وہ تعلیم دیں جس سے اوپر بلندیوں کی طرف چڑھ سکے، اور اس کو ایسی تعلیم دیں جس سے اس کو خوش کردے۔۔۔۔۔ آگے لکھتے ہیں کہ اس سے مقصود سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کوئی فرشتہ شہوات کی اتباع کرتا ہے تو وہ ملائک کے درجہ سے گر کر جانوروں کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے، اور جس کسی عورت نے اپنی شہوت کو ختم کیا، اور اس کے اوپر غالب آگئی تو وہ آسمان کی بلندیوں کو پہنچ گئی اور اس کا مراتب اور آسمانی مرتبوں کے ساتھ رابطہ ہو گیا۔"

پہلے گزر چکا ہے کہ امام آلوسیؒ متعدد اہل علم کے حوالے سے زیر بحث روایت سے انکار کرتے ہیں لیکن پھر بھی اس کی صوفیانہ تفسیر فرماتے ہیں، ڈاکٹر رمزی نعناعہ لکھتے ہیں:

"امام آلوسیؒ کیسے اس واقعے کی اشاری تفسیر بیان کرتے ہیں حالانکہ اس کا تعلق خرافات اور بکواسیات سے ہے۔ تعجب کی بات ہے جب یہی واقعہ موجود ہے تو امام آلوسیؒ اس سے انکار کیسے کرتے ہیں اور جب موجود نہیں تو اس سے استدلال کیسے[42]؟"

کہیں کہیں امام آلوسیؒ اسرائیلیات نقل کرتے ہیں، ان پر تنقید بھی نہیں کرتے اور صوفیانہ تفسیر ذکر کرتے ہیں، مثلاً:

- سورۃ البقرۃ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کی لمبائی سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے طول جتنی یعنی 10 گز (ہاتھ) کے برابر ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس کے دو سرے تھے جو کہ تاریکی میں روشنی کیا کرتے تھے۔ آگے لکھتے ہیں:

"اس آیت سے جو معرفت پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ انسانی روح اور اس کی صفات سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے قوم کی طرح عالم قلب میں جانی جائے، اور وہ (سیدنا موسیٰ علیہ السلام) اپنے رب کی بارگاہ سے پیتے ہیں تاکہ ماء حکمت اور معرفت سے دوسروں کو روشناس کرے جو کہ لا الہ الا اللہ کے ضرب پر مامور ہے اور اس کے نفی اور اثبات میں دو شعبے ہیں جو ظلمات نفس میں انسان کے کام آتے ہیں[43]۔"

بعض مقامات پر امام آلوسیؒ نے اسرائیلی روایات نقل کی ہیں اور ان کا بالکل تعاقب نہیں کیا ہے مثلاً:

- وَكتبنا لهُ فِي الأَلْوَاحِ[44] کی تفسیر میں امام آلوسیؒ نے الواح (تختیوں) کی تعداد، جوہر، مقدار اور کاتب میں اختلاف کا اسرائیلی روایات کی روشنی میں تفصیلاً تذکرہ کیا ہے، انہوں نے ان روایات پر نقد و جرح بھی نہیں کی ہے، بلکہ لکھتے ہیں: میری رائے یہ ہے کہ یہ تختیاں لکڑی کی تھیں[45]۔
- امام آلوسیؒ (فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِه وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَأٍ بِنَبِأٍ يَّقِين[46]) کی تفسیر میں سیدنا سلیمان علیہ السلام کے دربار میں ہدہد کی عدم موجودگی اور سیدنا سلیمان علیہ السلام کا عقاب سے ہدہد کی غیر حاضری کی گفتگو بحوالہ اسرائیلی روایت بلا نقد و جرح نقل کرتے ہیں، حالانکہ صاف ظاہر ہے کہ واقعہ من گھڑت ہے اور اس میں کوئی شک نہیں[47]۔

خلاصۂ بحث

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی امام آلوسیؒ کی ایک شاہکار تالیف ہے۔ تفسیر کا امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس میں اسرائیلی روایات بہت کم منقول ہیں۔ اور جہاں کہیں بھی منقول ہیں تو امام آلوسیؒ اکثر مقامات پر اس کی نشاندہی کرتے ہیں اور اس پر حکم لگا کر اہل فن کے حوالے سے اس سے انکار کرتے ہیں۔ تاہم چونکہ آپ ایک صوفی تھے، اور آپ کی تفسیر میں بھی تصوف کا رنگ نمایاں ہے اسی وجہ سے بعض مقامات پر آپ نے یہی اصول نہیں اپنایا ہے بلکہ اسرائیلیات کی تردید کرتے ہوئے اس کی اشاری تفسیر بیان فرمائی ہے۔ نیز کہیں کہیں اسرائیلی روایت نقل کی ہے اور اس کے واضح بطلان کے باوجود بھی خاموشی اختیار کر لی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1. زین الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر بن عبد القادر حنفی، مختار الصحاح ، 147:1، مکتبہ عصریہ ،دار نموذجیہ، صیدا، 1420ھ/1999ء
2. قرطبیؒ، ابو عبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح الانصاری الخزرجی، شمس الدین، تفسیر قرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن ، دار الکتب المصریہ قاہرہ، طبع دوم 1384ھ/1964ء
3. محمد حسین ذہبی، التفسیر والمفسرون: 121، مکتبہ وہبہ قاہرۃ، طبع ہفتم 2000ء
4. رمزی نعناعہ، الإسرائیلیات وأثرھا فی کتب التفسیر: 73، نشر و توزیع دار العلم، دمشق، دار الضیاء بیروت، 1390ھ/1970ء
5. سعد یوسف محمود، ابو عزیز، الإسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر قدیما وحدیثا43:، مکتبہ توفیقیہ، قاہرۃ(س۔ن)
6. محمد حسین ذہبی، الإسرائیلیات فی التفسیر والحدیث:35، مکتبہ وہبہ، قاہرۃ(س۔ن)
7. بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ ، صحیح البخاری، کتاب البیوع(34) باب کراھیۃ السخب فی السوق، حدیث:2125، دار طوق النجاۃ، 1422ھ
8. ابن عاشور، محمد طاہر بن محمد بن محمد طاہر ، التحریر والتنویر، تحریر المعنی السدید و تنویر العقل الجدید من تفسیر الکتاب المجید، دار تونسیہ للنشر، 1984ء
9. صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء(60) باب ماذکر عن بنی إسرائیل، حدیث(3461)
10. البانی، محمد ناصر الدین بن الحاج نوح بن نجاتی بن آدم الاشقودری ،إرواء الغلیل فی تخریج احادیث منار السبیل، تحت اشراف زہیر الشاویش34:6، مکتب الاسلامی بیروت، 1405ھ/1985ء
11. صحیح البخاری، کتاب الشہادات(52) باب لایسئل أھل الشرک عن الشھادۃ وغیرھا، ترجمۃ الباب از سیدنا ابوہریرۃ مرفوعا
12. ابن حجر، ابو الفضل احمد بن علی بن محمد بن احمد بن حجر عسقلانی ، فتح الباری شرح صحیح البخاری، 334:13، دار المعرفہ بیروت 1379ھ
13. التفسیر والمفسرون125:
14. صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن(65) باب قولہ تعالیٰ: وماقدروااللہ حق قدرہ، حدیث(4811)
15. ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، مقدمہ ابن خلدون ، دیوان المبتداء والخبر فی تاریخ العرب والبربر ومن عاصرھم من ذوی الشأن الاکبر554:1، دار الفکر بیروت، طبع دوم 1408ھ/1988ء
16. شاہ ولی اللہ، احمد بن عبد الرحیم، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر179:1، دار الصحوۃ قاہرۃ، طبع دوم 1407ھ/1986ء

17 جلاء العینین فی محاکمۃ الاحمدین، نعمان بن محمود بن عبداللہ، ابو البرکات خیر الدین آلوسی 1: 57، مطبعۃ المدنی 1401ھ/ 1981ء

18 حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر عبد الرزاق بن حسن بن ابراہیم البیطار، 1: 1450، دار صادر بیروت ، 1413ھ/ 1993ء

19 شہاب الدین محمود بن عبداللہ الحسینیؒ الآلوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی 1: 5، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1415ھ

20 الاسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر: 146

21 نفس مصدر

22 الاسرائیلیات واثرھا فی کتب التفسیر: 341

23 التفسیر والمفسرون: 255

24 عبد المنعم النمر، علم التفسیر کیف نشاو تطور حتی انتہی الی عصر الحاضر: 103، دار الکتب الاسلامیہ قاہرہ 1404ھ/1985ء

25 سورۃ البقرۃ 2:102

26 تفسیر روح المعانی 1:339

27 سورۃ البقرۃ 2:102

28 تفسیر روح المعانی 1:342

29 نفس مصدر 1:382

30 سورۃ البقرۃ 2:248

31 تفسیر روح المعانی 1:559

32 سورۃ المائدۃ 5:12

33 تفسیر روح المعانی 3:258

34 سورۃ ہود 11:38

35 تفسیر روح المعانی 6:248

36 سورۃ النمل 27:18

37 تفسیر روح المعانی 10:172

38 سورۃ ص 38:24

39 تفسیر روح المعانی12:178

40 تفسیر روح المعانی9:77

41 تفسیر روح المعانی12:199

42 اِلاسرائیلیات واثرھا فی کتب التفسیر: 347

43 تفسیر روح المعانی1:274

44 سورۃ الاعراف7:145

45 تفسیر روح المعانی5:55

46 سورۃ النمل27:22

47 تفسیر روح المعانی10:181